

Khuda Bahadur P. Library
Patna

Proc. No 6719

Date 18-9-1974

انجمن صلاح سخن
کے

ایک مشاعرہ کی چیدغزلوں کا مجموعہ

مرتبہ

مرزا واجد حسین یاس

منصرم انجمن صلاح سخن پٹنہ عظیم آباد

مطبع راجنیت پٹنہ میں چھپا

۱۹۱۱ء

خار بنکری الفت میں ترقی توش رہا (سائل دہلوی)

مصرعہ ہذا دہلی کے ایک گلہ ستہ سے لیا گیا تھا اور اسی طرح پراہل عظیم آباد
 کی خدمت میں طبع آزمائی کی التجا کی گئی تھی۔ چنانچہ بتاریخ ۱۹ جون
 ۱۹۱۱ء کو ایک یادگار مشاعرہ جناب استاد دی خان بہادر مولانا شہاد
 قبلہ مدظلہ العالی کے دولت خانہ پر جس تمام اختتام پایا۔ یادگار اس
 معنی سے کہ مصرعہ طرح بادی النظر میں آسان نہ تھا اور دہلی کے گلہ ستہ کو
 دیکھ کر اور بھی یاس ہوئی کہ جب وہاں کے شعراء اہل زبان اس طرح
 میں کامیاب نہ ہو سکے تو اور کوئی کیا امید کر سکتا ہو۔ مگر بھگت اللہ اہل عظیم آباد
 نے طرح مذکور میں ایسے ایسے شعر نکالے کہ مذاق سلیم بغیر مخطونا ہوئے رہ نہیں
 سکتا۔ شہر کے اہل فن قریب قریب سب جمع تھے جن میں سے حضرت شہاد
 خان بہادر حضرت بیاب عظیم آبادی حضرت آزاد عظیم آبادی کے نام نامی خاص
 طور پر قابل ذکر ہیں۔ شعراء لکھنؤ میں سے جناب مولوی شیخ کاظم صاحب وید قبلہ
 نے اور جناب بیاب صاحب نے اپنی اپنی غزلوں سے خاکسار کو ممنون و مشکور
 فرمایا۔

نیاز مند مرزا واجد حسین بہا
 عظیم آبادی

مصطفیٰ طرح

خار بنکر تری الفت میں تن و توش لہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امداد جناب سید عنایت حسین صاحب تلمیذ جناب خان بہادر شاہ

ل شمع کے عشق میں پروانہ وفا کو ش لہا
یاد میں مصحف رخسار کی مدھوش لہا
دور ساغر سے نہ بھٹی کم تری مستانہ نگاہ
جس طرح ساد میں نعمت کی صد ہو پہناں
اول دور ہو یا آخر دور اسے ساتی
نہ کھلایہ کہ وہ تھا الجمن آرا بکھر کیوں
دوش پر جسے خم محو کو اکٹھایا ساتی
بالکالوں کو زمانہ نے اوکھارا پس گ
یر سے آجانے سے دو چار دن کے فضل بہا
کام آئی محرمی مٹی کہ ہوا یوں پا مال
وہ نہ بھولا مجھے التدریک وفاداری دوست
تھکے چنوار نے الفت نے گلوں کی آخر
توسن عمر کی شاستہ روی کیا کہئے
ایک ساغر سے پلائی بھٹی مگر حیرت ہر

جل مرا سوز محبت میں پہ خاموش لہا
ماسوا اسکے جو مضمون کھا فراموش لہا
زلزلہ جس سے نہ تا عمر اُسے ہوش لہا
غم دانہ وہ ہمارا یوں ہی ہمہ دوش لہا
کس گھڑی میں ترے احسان ہو سکے دوش لہا
نگہ طالب دیدار سے روپوش رہا
کل گناہوں سے وہ ماحشر سکدوش لہا
جیتے جی اُنکا ہمیشہ یہ ہنر پوش رہا
نوع و سان گلستاں تو عجب جوش لہا
میں رہ دوست میں خاک تپا پوش لہا
میں سمجھتا تھا کہ میں اُسکو فراموش لہا
گھر جو بلبل نے بنایا بھی تو خس پوش لہا
تھا صبا کے کبھی آگے کبھی ہمہ دوش لہا
بے خودی چھائی کسی پر کوئی باہوش لہا

میرے چونکا نے کو کیا کیا نہ جس چلاے
خوابِ نغمت تھی زمیں کیوں نہ چھپائی جاتی
خاردا میں اُٹھتے ہی رہے اور بلبل
کچھ ہوا ایسی چلی بحرِ جہاں میں سے اموج
کھو گئے پھول کچھ اس طرح خزانے آگے
پردہ رکھ لیا وہی حشر کے دن بھی آمد

میں مگر شورِ حوادث سے گراں گوش رہا
آسماں سایہ فلک صورتِ سروش رہا
پھول کی دیکھ شرافت کہ وہ خاموش رہا
سر اٹھانیکا جبابو نکو بھی اک گوش رہا
رنگ و بو کا بھی غریب نہ نکو نہ کچھ ہوش رہا
مدۃ العمر جو دنیا میں خطا پوش رہا

آزاد۔ جناب مولوی حافظ فضل حق صاحب عظیم آبادی

چشمِ ساقی کا رہا دھیان قرحِ نوش رہا
صبحِ پیری بھی ہوئی شاہِ شبِ آخرائی
آج آتا نہیں کیوں تاسرِ بالینہ بھی
کچھ کسی نہ کہی اور کسی نہ سنی
نہ گئی محنتِ ناکام محبتِ برباد
شمع اُٹھوائی گئی تیز زبانی کے سبب
خبرِ بخبری بھی نہ ہوئی کچھ محکو
واہ لے ہوش کہ پھر ہوش آیا مجکو
اپنی اپنی ہیں متیں وہیں ساقی کی دہش
نطقِ سجا سے جو تھا خوفِ زیاںِ ہستی
نبھتے دیکھنا کہ میں اسفلِ اعلیٰ کا کتہ
کون ساقی ہی ہو ہوش! دی کس نے

عمر بھر میں اسی اک جام سے ہوش رہا
میں وہی منتظر صبحِ بنا گوش رہا
دھیانِ کل تک جو ترا شاہِ آغوش رہا
سامنا یا رکا ہر دہن و گوش رہا
تو نہیں تیرے تصور سے ہم آغوش رہا
رہ گیا آئندہ محفل میں جو خاموش رہا
خوابِ ہستی بھی مجھے خوابِ زاموش رہا
میں نے یہ ہوش سنبھالا کہ تیرے ہوش رہا
کیا گلہ گر کوئی عاقل کوئی مد ہوش رہا
صورتِ شمع میں اس بزم میں خاموش رہا
دمِ سفر کر گیا منزل میں تیرے ہوش رہا
ایک ہی جام میں اتنا نہ مجھے ہوش رہا

سرو سوداے غم عشق سلامت یارب
 بجلیاں کو نہ گئیں آنکھوں میں دیکھا کسے
 اپنے کالوں تو برائی نہ سنی مار و نکی
 ہمسخن کس سے رہا کس سے اڑائیں آنکھیں
 ناتوانی سے دم نزع نہ اٹھیں بلکیں
 جام گردش میں مار قص میں منیوں سے
 کوہکن کا یہ ہوا حال کہ سستی بھولی
 خیر کی کیا ہو توقع کہ ہوئی عمر آخر

جنے سر پر رہا بار سبکدوش رہا
 حسن شوخ اپنی تجلی میں بھی دپوش رہا
 کیا سبکدوش رہا وہ جو گراں گزشت رہا
 منہ سے پھوٹی نہ مٹی سر پہ بھی خاموش رہا
 شوق دیدار مرا شعلہ خسروش رہا
 رات بھر محفل ساقی میں عجب خوش رہا
 حال میرا جو سنا قیس بھی خاموش رہا
 سعی کے دن تو میں زاو زیاں کو ش رہا

احقر جناب منشی وزیر علی خاں شہسرامی تلمیذ رشید مولوی لانا حسن شہسرامی

ہوش جب آیا تو اپنا نہ سمجھے ہوش رہا
 میں وہ ہوں نہ کہ دیکھتی کبھی رت ہو
 میرے سانی کی نگہ پر گئی جس موش رہا
 سر تو تھا زانو سے دلبر غشی کے باعث
 دھل کی شب مجھے جیت تھی نہ باتنگ رہا
 لب کھولا کبھی تازہ است رنگ تصویر
 اپنی کہنے کیلئے بن گیا گونگے کی زباں
 ایک قطرہ ہوا طہر کا نہ پائیکا کوئی
 کہتے دنیا میں جسے حق کا ہو نعمت خا
 آنکھ اٹھا کر نہ لکیر بن کو دیکھا ہرگز

تیری یاد آئی تو خود ہی میں فراموش رہا
 عمر بھر چشم سیدہ ست کا مد ہوش رہا
 حشر تک بادۂ الفت سے وہ مد ہوش رہا
 دو گھڑی اور نہ کیوں گائیں بہوش رہا
 رعیت حسن آکا مہربان خاموش رہا
 میں مرقع میں سدا دہر کے خاموش رہا
 تیری سننے کے لئے میں ہمہ تن گوش رہا
 حشر میں گر لب کوثر یہ بلا نوش رہا
 آسماں خواجہ دہر کا سر پوش رہا
 منہ چھپاے ہو میں قبر میں خاموش رہا

کچھ سمجھ میں نہیں بات آتی ہو پڑانے کی
صاف پردہ سے عیاں ہوتا ہو جلوہ سکا
دردِ محنت نہیں احقر سے ہر بچنے والی

شمع جلتی رہی مجلس میں وہ خاموش رہا
سخت حیرت ہو کہ بے پردہ وہ روپوش رہا
اور کبھی میں خود وہ دن یہ بلالوش رہا

آرزو بہ جناب ذاب ابو الحسن خان صاحب تلمذ جناب ابوسعید عیسیٰ صاحب عظیم آبادی

کچھ دنوں بادہ پرستی کا عجب جوش رہا
شب کو ہماں جو مرادہ بت مینوش رہا
ابکی تو فصل بہاری کا عجب جوش رہا
بعد مدت کے ہوا وصل تو کیا خاک ہوا
میں وہ مینوش تھا ساقی کہ مر مرنے پر
آہ کرتا جو میں اے چرخ تو جلیجانا تو
اپنی آنکھوں میں سما یا ڈگنا ہو نکیطرح
حشر کو کھاتا اٹکھایا میں گریبان کھن
اپنے نزدیک تو میخانہ ہر جنت ساقی
دیر سے ہر لب کو تری ساقی کی پکار
ہر نفس میں ہر عنایت پہ عنایت تیری
زیرِ بخت بھی نہ تڑپا میں دذا اوقا تل
آرزو عشق تھا کس گل کا ترے لمبناں

جب آئی تو مطلق نہ مجھے ہوش رہا
دین و دنیا کا ذرا کبھی نہ مجھے ہوش رہا
زاہد گوشہ نشین تک بھی قندج نوش رہا
رات بھر شرم کے پردہ میں وہ روپوش رہا
مد قول میکدہ میں غم کا مے جوش رہا
کی صغیفی یہ نظر تیری جو خاموش رہا
پھر بھی وہ پردہ نشین نظر دس روپوش رہا
بعد مر کے بھی وحشت کا دی جوش رہا
خرن و غم دور رہا رنج فراہوش رہا
اور باقی تو نہیں اب کوئی ہو نوش رہا
ترے احسان سے کوئی نہ سبکدوش رہا
مرنے مرنے بھی میں کس درجہ فنا کوش رہا
بعد مرنے کے جو مر قد ترا گل پوش رہا

آرزو بہ جناب ذاب ابو الحسن خان صاحب تلمذ جناب ابوسعید عیسیٰ صاحب عظیم آبادی

جب سے دیکھی جھلک تیری عجب جوش رہا
آج تک بھی نہ سرو تن کا مجھے ہوش رہا

میں وہ عاشق ہوں کہ اکدن تیری دیکھی جو
اسے گل تر میں سناؤں تجھ کو کیا اپنا حال
کر دیا ترک ترے واسطے سارا ساماں
کیا خوشی سے کھکشی آج شہبِ صل مری
مساکِ شوق میں دم بھر بھی نہ پیچھا چھوڑا
تو نے جس دوز سے در بند کیا وہ ہوش

مرنے مرتے بھی محبت کا وہی جوش رہا
خار بن کر تری الفت میں تن و لوش رہا
عمر بھر جا کے کسی بن میں رہ چش رہا
شام سے تابہ سحر اس سے ہم آغوش رہا
ہم قدم بار کا میں صورت پا پوش رہا
مدنوں تک ترا آزاد بھی رہ پوش رہا

اکبر: جناب سید اکبر علی صاحب تلمیذ جناب اب سید صاحب

آکے میخانہ میں مکتوف جو ہوش رہا
موتی یا نہ ملی اسکا گلہ کیا ساقی
کتنی مودی مرے ساقی نہ مجھے کیا معلوم
ڈھال کر جام میں ساقی نہ قیامت کر دیا
ریگ صحرائے کشتے کو بھی چادر کاغذ
تھا پس مرگ بھی عشق کو ترے ذکر کا
نہیں معلوم برا زخم جگر کیسا ہے
کس قیامت کا فسانہ ہو زے عاشق کا
تیرے عشاق یہ الفت میں ہی کیا ہوا
شیر امان ہی جائیکے تمھیں اے اکبر

وہ بھی میکش تجھے ساقی نہ فراموش رہا
رنج اسکا ہو کہ میں تجھ کو فراموش رہا
جام میرا تو ہمیشہ تیرا سر پوش رہا
مورہ شیشہ میں جھبک تو عجب جوش رہا
باد فایے کفنی پر بھی کفن پوش رہا
قل کے بعد بھی الفت کا وہی جوش رہا
چارہ گرد و رنگ دیکھ کے خاموش رہا
غیر بھی بزم میں آکر ہمہ تن گوش رہا
اسیہ بھی عشق و محبت کا وہی جوش رہا
کچھ دنوں مشق سخن کا جو بھی جوش رہا

لبصر: جناب مرزا دلایت حسین صاحب

دل میں دریاے محبت کا بڑا جوش رہا

ضبط سے کام لیا ہجو میں خاموش رہا

شعر حاصل
شاعرہ ۵۰

بستر غم پہ تر پتے رہے شب بھر اریا

روح خود جسم کے محل کو لئے ہے سر پر

کب وہ آمری بالیں پہ گئے کب اٹھ کر

آف نہ کی ظلم سے آپ کے کیا کیا میں نے

غم میں یاد ان وطن کے نہ بھر کچھ چھو

رات کو تھے وہ ہر دو جو ہم آغوش میں

بار احسان میں غیروں کے سبکدوش

کچھ خبر بھڑکے نہیں ایسا میں سو ش میں

یہ بھی آداب محبت تھا کہ خاموش میں

مثل کعبہ کے مراد دل بھی یہ پوش میں

غیتاب: جناب مولوی سید علی خاں صاحب عظیم آبادی تلمیذ رشید جناب شاد ظفر

شادمانی کا کبھی غم کا کبھی خوش میں

خیز تری یاد کے سب دل سے خاموش میں

غرق دیباے محبت دل پر خوش میں

سرخ پر لوزے لبس انکا اٹنا تھا نقاب

روح پروردہ صدا اور وہ بجلی جال کش

لے سحر آتی ہر دم توڑ لے ہیں عاشق

لڑکھڑاتے ہوئے ہم تالاب کو تر ہو پئے

کیا اڑ رکھتی ہو مستان نظر ساقی کی

خود سفینہ مرا بہو نیچے گلاب ساحل کت

تیرا سبیل توڑنے کو سمجھتا ہوں حسام

کیا برا حال ہو بلبل کا قفس میں صیا

خود سمجھالا مجھے ہر لغزش زندان نے

نظر آتا رہا ساقی رخ نورانی دوست

ایک سودا دار حاجت تک کہ مجھے پوش میں

مرتے مرتے ترے دیوانہ کو یہ خوش میں

اے خوشا قطره جو قلم سے ہم آغوش میں

کون کبھی تھکا ایسا کہ جسے پوش میں

ہمہ تن چشم رہا میں ہمہ تن گوش میں

تو کہاں شام سے اودھلے خاموش میں

بعد مرنے کے کبھی ساقی کا میں پوش میں

جسکو مد پوش کیا اُسے وہ مد پوش میں

بحر موج بھاگتا کو جویوں ہی ہم ش میں

ناڈیں خون کی چھٹیں یہ دفا کو ش میں

گو بہار آئی وہ خاموش کا خاموش میں

خود اثر بادہ گلگون کا خطا پوش میں

جب مرے ہاتھ میں جام سے سر خوش میں

دل ہو یا جان ہو یا چشم تماشائی ہو
 یہ بھی احسان ہو جو اسے نہ دیا کوئی جواب
 اضطرابی حرکت تھی تری ایدل بھی
 ساقیا بزم میں یہ فرق مدارج کیسا
 شمع سے رہ گیا پروانہ لپٹ کر ایدل
 بے دھڑک بھیڑ میں محشر کی وہ آنا تیرا
 جان لیتی ہو وہ آشفۃ نگاہی اسکی
 مطمئن قلب ہو راحت روحانی ہو
 درد اٹھتے ہی ترپنے لگانا محرم راز
 راز سر سبز میخانہ نہ کھلنے پایا
 درد رہ رہ کے مرد میں اٹھا کرتا ہو
 بار احسان ہو تری تیغ کا قاتل درد
 بجھنے والا نہیں اور کبھی تیرا چراغ
 اک شب بھر یہ موقوف نہیں ای قیاس

جو ترا محرم اسرار تھا خاموش رہا
 شوق و امید کا حامی لب خاموش رہا
 شب امید میں اتنا جو تجھے جوش رہا
 کوئی مد ہوش ہوئی کر کوئی با ہوش رہا
 موت کیوں تجھ کو نہ آئی تجھے کیوں جوش رہا
 دیکھ لینا جو کسی ایک کو بھی ہوش رہا
 جسکو خاموش کیا اسے وہ خاموش رہا
 اب وہ شوق کی تکلیف وہ جوش رہا
 جو ادا سے تری واقف تھا وہ خاموش رہا
 آشنای لب ساغوب مینوش رہا
 میں تجھے اور نہ تو مجھ کو خاموش رہا
 سر تھا جب تک مری گردن یہ سبکدوش رہا
 نہ رہ گیا نہ کسی وقت وہ خاموش رہا
 جب پری سخت مصیبت تو میں خاموش رہا

بیتاب جناب سید حسین صاحب لکھنوی شاگرد رشید جناب وید لکھنوی

دل پہ کیا کیا نہ محبت کا تری جوش رہا
 دل کا خوں ہو گیا اسکا نہ مجھے ہوش رہا
 ارنی کہنے کی کچھ شرم تو آئی ہوتی
 موسم گل بھی گیا فصل خزاں بھی گزری

صورت شمع مگر میں بو میں خاموش رہا
 جتنی ہو کر گئی اتنا ہی مجھے جوش رہا
 ایک ہی جلوہ میں نشی تھیں ہوش رہا
 ایک حالت پہ دل زار ترا جوش رہا

آپ تو اٹھ گئے بالیس سے مرضی عم کی
 دل نے اور ہم نے یہ بات گزار دی غم کی
 ادب آموز تھے دیوانہ وار فتنہ مزاج
 گیسٹو رخ کی محبت میں بسر مہرتی ہو عمر
 بچھوڑ کر سینے پہ خنجر کو مرے ہٹ گیا وہ
 پھر کہاں زانو سے دلدار کہاں سر میرا
 اب نہ پیکان ہو سینے میں پیکار کا خیال
 رہ کے پہلو میں مگر دل نے ستایا کیا
 مختصر یہ ہو کہ اک آہ کی وقت آخر
 میرے چپ بسنے نے مجرم انھیں ٹھہرایا

یہ شعر لکھ کر
 کی جان ہے

ایسا یہ ہوش ہو اپھر نہ اُسے ہوش رہا
 ایک ہشیا رہا دو سرا یہ ہوش رہا
 تم نہ جب تک ہے محفل میں بڑا جوش رہا
 دن کو ہشیا رہا رات کو یہ ہوش رہا
 ذبح کر کے مجھے قاتل تو سبکہ و ش رہا
 ہوش آیا بھی تو میں جا بکے یہ ہوش رہا
 خون جب تک ہا دلیس مرا اک جوش رہا
 آپکا پاس تھا محفل میں جم خاموش رہا
 عمر بھر چاہنے والا ترا خاموش رہا
 ایشیاں ہوں کیوں حشر میں خاموش رہا

تمنا: جناب سید علی موسیٰ صاحب تلمذ جناب زاویر حسین صاحب خبر عظیم آبادی

ساقیا مجھ کو وہ الفت کا تری جوش رہا
 شاہ کار و ز ولادت ہو غل کہنہ سکا
 ہر طرف سکا زمانہ میں نا اکل اندھیر
 ایک سا غم بھی نہ ساقی نے دیا بھر کے
 کال اڑتے ہی دھواں بن کے مئے نا اری
 بزم برخواست ہوئی کب یہ خبر کچھ نہوئی
 مرتے مرتے بھی رہا دھواں مگر دلیس ترا
 مضحک کر دیا دنیا نے تمنا مجھ کو

جس سے موی پینے کے پہلے ہی نہ کچھ ہوش رہا
 اس قدر فرط مسرت سے میں ہوش رہا
 جب تک گیسو محبوب سر دوش رہا
 مدتوں میکدہ کے در پہ یہ موی ہوش رہا
 بند جب تک ہی شیشے میں قراں کھو رہا
 ایسا میں جلوہ محبوب کے ہوش رہا
 سب فراموش رہے تو نہ فراموش رہا
 دل میں وہ جوش نہ وہ سر میں ہوش رہا

مکو دیکھتا تھا تو میرا کھی ملا میں غم کی
 بند کیمیں ڈرتے تھے۔ دل کے بھی قصیدے
 خون، حق کا نہ دھبا بھی یہ دامن تک
 صفحہ قلب پر عشق نے طبعی نقاش
 بزم میں آئے بھی میٹھے بھی میٹھے بھی سکن
 تھے پیے کے تھے نوشے موت سترے
 ذوق کچھ سلسلہ صبر میں آگے دیا
 آج تربت سے مری نیمہ کیا سنے کدم
 اس وقت فصل جوانی تو ادھر عالم عشق
 حضرت شاد سے ہاتھ آتا دیکھ کو شوق

عشق کے آج نے سے سیکھ نہ سمجھ ہو شوق
 آسمان تیرگی سب سے سید ہو شوق
 تنہا گزرتے یہ رہی یوں کہ سبکدوش
 بزم میں صورت تصویر وہ ہو شوق
 کون پور کے سبب ان کے ہو شوق
 غصہ کے بعد میرے خون میں آج تو شوق
 کی جو زنجیر نے فریاد میں جا ہو شوق
 یہ جو بزم سرمد میں تھا افسانہ ہو شوق
 یہ تھیں ہوش رہا اور نہ مجھے ہو شوق
 بڑی بات کچھ ایسی سی کہ ہو شوق

حسرت : جناب عالم غدا رسول خدا حب محمد جات ہے

اس قدر شہنشاہی میں میں ہو شوق
 ہر بکر تری عفت میں سن و شوق
 وصل میں بھی مولیٰ کی مس پوری
 میں نے خود دیکھ دی تھی یہ قیاس
 خاک پاؤں کی آلودگی کا یہ ساقی
 حشر تک فرقت ساقی لے تپا یہ محلو
 چرخ گردش میں باغ میں تھے ہاں
 یہ سب کچھ نے ساقی دیکھا مست

بعد از روزگار محض ہو شوق
 بعد مرے کے بھی یہ سہ و شوق
 بات محمد و جات سے تری ہو شوق
 یہ سب کچھ میں نے دیکھا ہو شوق
 میں نے سب کچھ دیکھا ہو شوق
 یاد آئے تھے وہ میں ہو شوق
 یہ سب کچھ میں نے دیکھا ہو شوق
 یہ سب کچھ میں نے دیکھا ہو شوق

<p>نہ ہو روز کبھی صورت ہر خوشی ک جب عین ہویدہ سے محبت بچھ تیرے قدموں کی قسم صبح قیامت تک میں جھوٹا حسین بن کر کچھ کہہ سکتا ہوں تو میں سب کچھ کہہ لیتا ہوں یا صدمہ درمیان کوتاہی نہ چھوڑے میں نے نست یہی شب فرقت کی کہانی سنی سنا ہے کہ گسترخ ہو میں حسن</p>	<p>کیسے سے یہ بجا رہے ہر دوش رونا بے زبان ہو کے میں سوخا خوش ساقیا تیرا ہے، مے شوق تیرا ہوتا مثل تصویر کے، عین خفا خوش رہا صبر سے کام لے کر خفا خوش رہا خدا دے یہ معصوم ہو کے قریح خوش رہا یہ دن سکتے سارا پہرے خفا خوش رہا ناکھینچو دیواروں ناکہ میں ہوش رہا</p>
--	--

حیدر صاحب میر حسن میرزا شہزادہ شہ عظیم باری

<p>بہا ہوں شب غم میں ممتاں دہن نہا کی رہت ہو میں، وہ کیسے یہ میرا سر میں بھی پسینہ ہے میں ہوں میرا سر میں چھٹا چھٹا نہا بہا کے شریک دھیرا ہے میں ہوں میرا سر میں چھٹا چھٹا نہا بہا کے شریک دھیرا ہے میں ہوں میرا سر میں چھٹا چھٹا</p>	<p>اچھا ہے نہ کہ نہ چھٹا چھٹا یہ میرا سر میں چھٹا چھٹا میں ہوں میرا سر میں چھٹا چھٹا نہا بہا کے شریک دھیرا ہے میں ہوں میرا سر میں چھٹا چھٹا نہا بہا کے شریک دھیرا ہے میں ہوں میرا سر میں چھٹا چھٹا</p>
--	--

نسحا و جناب ڈاکٹر سی حسن صاحب

<p>تیرے لب کا مرے دل کا عجب جوش ہے میں ہوں میرا سر میں چھٹا چھٹا</p>	<p>کچھ پر مر رہا ہے دل کا جوش ہے میں ہوں میرا سر میں چھٹا چھٹا</p>
---	---

بہارِ مریب بیاں کرتے بہت
 انہیں کل آتے دے چاک گریباں
 بہارِ مریب کے ٹیکے نہ سنوت
 سر جو جھپٹل ابرو نے کیا تمہیں مجھے
 نہ دیکھتا تھا سچا سچ کی تو کو مجھے
 یہ بات باریک کی آؤ کو تھے سے
 سنی گئی ایک روز تباہی پر منہ
 نہ کہ عین تہی مریب نہ تباہی
 بہارِ مریب کی نازاں اپنی شہید

سر جھپٹل سے بجا بیاں یہ وہ خاموش رہا
 وہ بھیجاں کر کے نہ دیکھا اگر خوش رہا
 اکا بعد اکا بہت ہی جلد سے ہوش رہا
 بارِ احساں میں مجھ کے سبکدوش رہا
 میری تصویر غیبی سے ہم آغوش رہا
 صحنِ ناز میں نہ کہ الگ تہی رہا
 حیرتِ مریب میں اب تباہی جو شہ رہا
 مریب تک میرا نہ نہ کہ تہی رہا
 کچھ دنوں میں نہ کہ اگر خوش رہا

شہید! بہارِ مریب میں تہی تہی شہید! بہارِ مریب

بارِ عصیاں سے قیامت میں سبکدوش رہا
 نہ کہ مریب کے مریب میں بھی چڑھ رہا
 مریب کی مریب تہی تہی رہا
 مریب کی آغوش میں تہی تہی رہا
 نہ کہ مریب کی مریب تہی تہی رہا
 نہ کہ مریب کی مریب تہی تہی رہا
 نہ کہ مریب کی مریب تہی تہی رہا
 نہ کہ مریب کی مریب تہی تہی رہا
 نہ کہ مریب کی مریب تہی تہی رہا
 نہ کہ مریب کی مریب تہی تہی رہا

میرت سر جھپٹل سے بجا بیاں یہ وہ خاموش رہا
 کہ شہید تہی تہی رہا
 دونوں مریب تہی تہی رہا
 شہید شہید تہی تہی رہا
 تہی تہی تہی تہی رہا
 نہ کہ مریب کی مریب تہی تہی رہا
 نہ کہ مریب کی مریب تہی تہی رہا
 نہ کہ مریب کی مریب تہی تہی رہا
 نہ کہ مریب کی مریب تہی تہی رہا
 نہ کہ مریب کی مریب تہی تہی رہا

نام سے علم میں مرے سون شیخی اکی
 روئے آئے دیکھی جو مری حالت
 علم و غم و ذہنیست کو نصیبست بجمع
 سب جہانی کسی بے دردیہ سے نقاب
 محبت دوست میں محبوب رکھے جو قدر
 شہ میں بھی مونی حقیقت نام کی رو
 دل کے بے نیل دور شہ سب

بر سواں بچہ جو ایسویں روز دستوں
 خدایہ کرتی، اعلیٰ میں تیرے دو تین
 جگہ تیرے بھی اعلیٰ میں تیرے دو تین
 اعلیٰ میں تیرے دو تین اعلیٰ میں تیرے دو تین
 دست جہیل میں تیرے دو تین
 میں تیری یاد سے دم بخود ہوں
 تیرے ہر لمحہ میں تیرے دو تین

فدا مناب فدا حس صاحب جو جو ری

زہ جراتی رہی درندہ جوش را
 ساقی بزم میں جہتک مرقع ووش
 در پردہ آگاہ جہت کو شہ را
 یہی مکمل ہے نہ خیرہ یہ مہربانی
 نہ کہ بوجہ میں تھے دہشتہ ضرور
 نہ کہ جہت میں نہ کہ جہت میں
 نہ کہ جہت میں نہ کہ جہت میں
 نہ کہ جہت میں نہ کہ جہت میں
 نہ کہ جہت میں نہ کہ جہت میں
 نہ کہ جہت میں نہ کہ جہت میں
 نہ کہ جہت میں نہ کہ جہت میں

ضعف پیری کے یہ ٹیڈہ درختیں ہیں
 جو کہ شہت سے مر رہی ہیں
 زخم بستے سے تھیں گھلے ہوئے
 ایک کو بھی جو رہا کھیر نہیں
 فیکو سے بٹھاؤں درختوں سے
 ایک میں تھا کرتک جو کہ ہو گیا
 بہت سے میں قاتل کے سامنے
 رات میں بول رہی ہوں کہ وہ
 یا تم جو جہت خود ہی ہو
 نہ میں میں رہا دور
 میں ذرا تو کھڑا ہوں

یہ قدر اچھے سے گزرتے جتنے تھے رزق

سب کو دامن میں چھپا دینا

کمال۔ جناب سید حمید مدین حسین خاں صاحب تلمیذ حضرت شاد

میں توسا قی تھے موزنا موزن

بہ نغمہ پانڈسی تصویر ہی نہیں

اب تو یہ محبت کی یہ حالت ہو گئی

حالت دہائی کا کٹ تک نہ رہاں لکھی

ہاں کس طرح دیوہام یہ کرتا میں گاہ

دربار تو بھی نہ پوچھی کبھی قات میری

کے اترنے یہ نہ مانے یہ بہت سچ ہے مگر

نہ کمال اپنی غصہ نہ ہاں وصل یہ

شکر ہر غیر کے احسان سب دشن

جب تلک دلیں مر عشق کا جوتن

کچھ کبھی موشن ہاں دیکھی موشن

غم میں ایسے ہی کے عبد بھی سید موشن

اس کے بوجھ میں ہو کیکر نہ ذرا موشن

آپ کے دل سے میں اسد جہاز موشن

عبد تو بھی تو ہے جہاز گراں کوشن

میں دن کوشن تو یہ رہنا کوشن

مر لکھے: جناب سید یحییٰ حسین صاحب قمری

پانڈسی سید سید سید سید موشن

نیک لکھے کبھی شمس و سونے نہ دی

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

نہ موشن نہ موشن نہ موشن

مفتوں - جناب سید مرتضیٰ نوید جاحظ تلمذ جناب شاد

دورِ دلِ ترحیب آئے پر جوشِ با
 اس قیامت کی ہے تہہ چو دی سانی
 مسوزِ دل سے وہاں تجر میں انس و
 وہ پتہ کئے دل بہت جوس کے برسا
 وعدہ کیا میں وہ مجھ پر نہ سہیں
 چھوٹے تو مجھ سے تیرا تو کیا مست ہوئی
 یہ مرست کہ نہیں نہ چرہ سالی
 یہاں ہر ملک و ملک کی کس کس کی
 تک چلی باد میں غنہ یہ وہ متام
 تر سے نہ ہوں یہ نہ نہ نہ نہ نہ
 ہند مسوق تو بالانست بہت تر
 ہند مسوق تو بالانست بہت تر
 کبھی تو یہ بھی نہ نہ نہ نہ نہ
 ہند مسوق تو بالانست بہت تر

شاد مسک بکرہ میں تیرا بھی ہو شاد
 دینہ دہوں یہاں سے تر خود شاد
 پر پوری حوت سے تیرا جوش
 تر پتہ میں جس میں خوش شاد
 مرستہ تیرا جس میں مست شاد
 حوت میں تیرا یہ نہ نہ نہ نہ نہ
 ہند مسوق تو بالانست بہت تر
 ہند مسوق تو بالانست بہت تر
 کبھی تو یہ بھی نہ نہ نہ نہ نہ
 ہند مسوق تو بالانست بہت تر

وہ چانی نہ رہی دل
 سچ تو یوں ہو رہی غفرت نہ پناہ

اس خرابات میں جو آیا ہوا خوش
 اس خرابات میں جو آیا ہوا خوش

کے ہر وقت رہا دلیخالی
 وہ جیسے میری بیٹ کر نہیں
 رہا تو اس کے لئے ہے درد و غم
 میں نے کوئی دیکھا تو اس کے لئے

میں نے کوئی دیکھا تو اس کے لئے
 وہ جیسے میری بیٹ کر نہیں
 رہا تو اس کے لئے ہے درد و غم
 میں نے کوئی دیکھا تو اس کے لئے

نہال میری ہے میری میری میری میری میری میری میری میری

میں نے کوئی دیکھا تو اس کے لئے
 وہ جیسے میری بیٹ کر نہیں
 رہا تو اس کے لئے ہے درد و غم
 میں نے کوئی دیکھا تو اس کے لئے
 وہ جیسے میری بیٹ کر نہیں
 رہا تو اس کے لئے ہے درد و غم
 میں نے کوئی دیکھا تو اس کے لئے
 وہ جیسے میری بیٹ کر نہیں
 رہا تو اس کے لئے ہے درد و غم
 میں نے کوئی دیکھا تو اس کے لئے

میں نے کوئی دیکھا تو اس کے لئے
 وہ جیسے میری بیٹ کر نہیں
 رہا تو اس کے لئے ہے درد و غم
 میں نے کوئی دیکھا تو اس کے لئے
 وہ جیسے میری بیٹ کر نہیں
 رہا تو اس کے لئے ہے درد و غم
 میں نے کوئی دیکھا تو اس کے لئے
 وہ جیسے میری بیٹ کر نہیں
 رہا تو اس کے لئے ہے درد و غم
 میں نے کوئی دیکھا تو اس کے لئے

وحشی جب سے نہیں بچ سکتا، سب سے بڑا

۱۔ شہنشاہی میں پکونی مدد موصول رہا
 ۲۔ تجویز رک رہا دس صوبہ ہوا
 ۳۔ ایک ہی مجموعہ کی سند پتہ پتہ
 ۴۔ بہت مدد فرما رہا ہے کی پتہ
 ۵۔ پتہ پتہ دس دس دس دس دس
 ۶۔ دس دس دس دس دس دس
 ۷۔ دس دس دس دس دس دس
 ۸۔ دس دس دس دس دس دس
 ۹۔ دس دس دس دس دس دس
 ۱۰۔ دس دس دس دس دس دس

زور میں عشق میں تکتے ہیں جہاں
 موت و قتل میں رہیں : راجہ بخش :
 شہ کے اس بھیجنا : راجہ بخش :
 کے اس بزم میں تیرے بھیجنا :
 اگر افسوس یہ احسان فراموش :
 شہر بزم میں :
 :
 :
 :
 :
 :

وزیر کمر - جناب - وزیر نو سجدہ کمر - وزیر

[illegible]

میں جس بھی ترست و فریب کا ہوسا
 نہ ہوتا کہ ایسا نہ ہو کہ ہوسا
 مگر تو دیکھو کیا دوستوں پر یہ ہوسا
 صاف ہوسا ہے کہ ہوسا ہوسا
 نہ یہ کہ ہوسا ہوسا ہوسا
 دیکھو ہوسا کو ہوسا ہوسا
 ہوسا ہوسا ہوسا ہوسا

نامہ برے جو سنا اسکے نہ آنے کا پیام
 تیری تعریف ہر جو وصلہ افسر اساقی
 ترے میخانہ کی مٹی سے جو کھا اپنا خیر
 ترے سہل کو جو کھا جو شش تری الف کا
 سچ ہر دیکھ گیا ترا جلدہ کن ہاتھوں کے ویر

جو کچھ ایسی لگی دل پہ کہ ہوشش رہا
 میں تو کیا پر مغال تک بھی نہ خاموش رہا
 سا قیام کے بھی اُس رہ پہ یہ مینوش رہا
 قتل کے بعد لو میں بھی وہی جو شش رہا
 جبکہ موسیٰ سا اولو الغرم بھی مد ہوش رہا

یا سب - نیاز کیش مرزا واجد حسین عظیم آبادی تلمذ جناب بشاد

میں تفس میں بھی کسی روز نہ خاموش رہا
 نشہ الفت ساقی کا عجب جو شش رہا
 فکر انجام نہ آغاز کا کچھ ہوشش رہا
 دھوم سننے سے رہے اب آتے ہیں اب آتے ہیں
 حال دل ہو گئے حسرت کی لگا ہو سکے عیا
 کیا خطا مجھ سے ہوئی کون سے عالم میں جانی
 غیر میں جرمہ کش بزم تنافس
 پہچ آفت نہ اسد گوشہ تنہائی را
 اپنے سر سے بھی کسی روز گزر جائے گا
 سایہ دامن قاتل میں جو زمیندانی مجھ
 کچھ گھس آکھیں مری کوچہ جانان کی نظر
 دور کھینچی ہی گئی منزل مقصود مگر
 موسم گل کی ہواداروے بیہوشی بھتی

کشمکش میں بھی طبیعت کا وہی جو شش رہا
 بول صحرا قیامت بھی فراموش رہا
 چار دن تک تو جوانی کا عجب جو شش رہا
 حشر تک میں یوں ہی کھولے ہو آغوش رہا
 ہلکلی باندھے ہو میں یوں ہی خاموش رہا
 عمر بھر کسے محروم یہ ہو نوشش رہا
 خون کے گھونٹ میں گھونٹا کیا خاموش رہا
 دشت غربت میں میں یہ سوچ کر دوپوش رہا
 آب شمشیر کو قاتل جو ہی جو شش رہا
 کچھ تو کر دت بھی بد گمان کچھ ہوش رہا
 شکر ہر مرتے دم اتنا تو مجھے ہوش رہا
 رہرو عشق کی سمیت کا وہی جو شش رہا
 سرا کھانا کاکھی سبزہ کو نہ کچھ ہوش رہا

نکبت گل کی طرح جامہ سے باہر ہونگا
بھر رحمت میں بہت ہوگا ملاطم بریا
رحمت حق رہی ہم عاصیوں کی سایہ فگن
اٹھتے اٹھتے کھتی دہی بزم کی مستانہ روش
یا اس نے ساکت نہ چھوڑا کبھی مارتے

فصل گل کا جو گلستان میں یہی خوش رہا
تکوا سے اشکِ ندامت جو یہی جویش رہا
سریہ چھپایا ہوا اک ایر خطا پوش رہا
چلتے چلتے بھی خم تے کو دہی جویش رہا
تیرے قدموں سے لگا صورت یا پوش رہا

شاد بہ جناب خان بہادر مولانا سید علی محمد صاحب رئیس اعظم عظیم آباد

آدمی لذتِ قانی سے ہم آغوش رہا
صبر و شہداری و غیرت کا دھجی خوش رہا
جامِ موصیٰ علی کیوں ہو تجھ میں برکت
آفت سے تیرا وہ تبسم وہ نگاہیں ساقی
شمع و پروانہ کی شوخی نے ابھارا تو بہت
نمۃ العمر پرشتاقی نگاہیں جو ملیں
کیوں نہ جھار میں تجھے ترکان سے کویا رہا
درد و صافی کا لحاظ آفت جان تھا ساقی
حسن و حسن جھکا دی مری گردن تو نے
جل کے بھی جذبِ محبت نے نہ چھوڑا دامن

ہوش رکھتا تھا پہ ہنسوں کہ یہ ہوش رہا
سرکھا اُس پہ بھی سہل ترا خاموش رہا
سایہ دامن ساقی ترا سر پوش رہا
اٹھ کے ساغر سے بھگے جام کسے ہوش رہا
میں ہی ایسا تھا جو اُس بزم میں خاموش رہا
میں جدا یا رُجدا بزم میں مد ہوش رہا
تو گزر گاہِ فقیرانِ مند پوش رہا
وہ ان بادہ کشوں پر کہ جنھیں خوش رہا
عشق و عشق تو ہی بارِ سرود و ش رہا
رات بھر شمع سے پروانہ ہم آغوش رہا

چند ہی سہی

اول دور میں کیا ایسی پلا دی ساقی
 تو نے یا نہ نے اس کا کلمہ کیا لیکن
 آخری جام میں کیا بات تھی ایسی ساقی
 صدہ کشمکش کنج قفس کیا کہنے
 بے اجازت نہ دھرا کو چہ جانناں میں قدم
 مجھ سے خود تے در کے فقر کیا جانیں
 ہو گئی بزم بچک جلوہ ساقی کے نشان
 صد تے اس بزم مقدس کے جہاں انوں کو

خود میں کیا شوہوں کی نہ مجھے ہوش رہا
 میرے نالوں پہ زمانہ ہم تن گوش رہا
 ہو گیا پی کے جو خاموش وہ خاموش رہا
 بس یہ حد ہو کہ نشیمن بھی خاموش رہا
 با سعادت سقا وہ عاشق جواب کج نش رہا
 کون سنتا تھا صد اکون گراں گوش رہا
 دوڑ کر مجھ کو بٹھالے یہ کسے ہوش رہا
 ذکر بدستی یاران قرح نوش رہا

شاد و شہد برس اس عمر کے گزیرے لیکن

طرز یارانِ طریقت نہ خاموش رہا

شہید! جناب سید احمد رضا عرف لادے صاحب بنارس

میں تری یاد میں اس طرح سے مدہوش رہا
 بھر کی رات ملی مجھ کو عجب لذت درد
 تیرے عاشق نے کہا کیوں انا الحی اچھو
 ایک تم ہو کہ نہیں نام کو بھی تم میں فنا
 اسکو یہ صبح سے دیتا ہوں عالمیں انرا
 تیرا جمل تجھے بھولا نہ تہ خنجر بھی
 تیرہ بختی نہ گئی مر کے بھی شہید تیری

کہ غم روز قیامت بھی خاموش رہا
 بند آنکھیں کے تا دیر میں خاموش رہا
 کچھ تو تھا رازِ حقیقت کہ وہ خاموش رہا
 ایک میں ہو کہ وفا کا مجھے اک گوش رہا
 رات بھر خواب میں کون آن کے ہم آغوش رہا
 تیری الفت کا دم ذبح بھی اک گوش رہا
 جسپہ دی جان وہ دم بھر نہ سبہ پوش رہا

اصلاح سخن

کا
نمونہ

جناب عہدۃ الفضل شیخ علی یاقرب صاحب آباد مرحوم (تمیز جناب شاد)
عظیم آبادی کا دیوان ہے۔ دیوان کیا ہے اک آئینہ ہر جس میں مجاز و حقیقت
کی تصویریں ایک ہی قالب میں اس حسن سے جلوہ گر ہیں کہ اہل نظر
دیکھ کر ششدر رہ جاتے ہیں خواجہ آتش مغفور کے ارشد تلامذہ
جناب صبا اور جناب خلیل کو اہل لکھنؤ استاد مانتے ہیں۔ اگر حضرت
آباد عظیم آبادی کے دیوان کو بنظر انصاف دیکھتے تو جناب صبا اور جناب
خلیل کی شاعری کو میں نہیں کہہ سکتا کن نظروں سے دیکھتے۔ یہ ایک
ادنیٰ فیض ہے جناب شاد قبلہ کی تعلیم کا اردو کے تغزل نے اپنی عریانی
کو چھوڑ کر لباس زیب اختیار کیا۔

دیوان آباد مسے بخورشید عرفاں کی قیمت فقط چھ آنے میں
اور ذیل کے پتے سے مل سکتا ہے۔

منشی سید واجد علی صاحب بلوری۔ صدر نگلی پٹنہ

المشہور

مرزا واجد حسین یا آس

Acc. No.

6719

12-9-74.

KBOPL



6719